حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط

۳۔ محاذِ مصر

از

جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارقؔ
(استاذ ادبیات عربی - دہلی یونیورسٹی)

(۱۵)

۱۶۸۔ عمرو بن عاص کے نام

یہ خط محاصرۂ اسکندریہ کے موقع پر لکھا گیا۔ بابلیون کی عظیم الشان فتح نے باقی مصر کی فتح کے لئے راستہ ہموار کر دیا، یہ مرکزی شہر مصر کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا، مسلمانوں کو پہلی بڑی رکاوٹ اسی محاذ پر پیش آئی اور انھوں نے مرکز سے کمک طلب کی، ان کی موجودہ تعداد چار ہزار کے لگ بھگ تھی، مرکز کی طرف سے بقول بعض چار ہزار اور بقول بعض بارہ ہزار فوج چار سالاروں[۱] کی سرکردگی میں وارد ہوئی، اب بابلیون کا بھرپور محاصرہ شروع ہوا، سات ماہ کی محنت شاقہ اور قربانیوں کے بعد اہل قلعہ نے ہتیار ڈالے، محاصرہ کے ایام میں خود مقوقس بابلیون میں موجود تھا، مسلمانوں کی ڈسپلن، سادگی اور جاں سپاری دیکھ کر اور دوسری طرف شام میں ہرقل کی ہزیمت سے اس کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مقابلہ بے کار ہے مسلمانوں سے اس کی صلح کے شرائط یہ تھے:

---

[۱] زبیر بن عوام، عبادہ بن صامت، مقداد بن عمرو (یعقوبی لیدن ۲/ ۱۶۹ مقداد بن اسود) خارجہ بن حذافہ یا مسلمہ بن مخلد۔

۱۔ مفتوحہ علاقہ کے سارے قبطی جن کی ملک میں اکثریت تھی دو دو دینار سالانہ (دس روپئے) جزیہ ادا کریں گے۔

۲۔ رومی باشندوں کو اختیار ہوگا کہ جزیہ دے کر ملک میں آباد رہیں یا رومی قلمرو کو چلے جائیں۔ قبطیوں اور رومیوں کے تعلقات کشیدہ تھے۔ قبطی رومیوں کو ناپسند کرتے تھے، اس کے سیاسی اور مذہبی اسباب تھے۔ مسلمانوں کی سیرت نے ان کو اسی وقت متاثر کیا جب عمرو بن عاص سرحد مصر میں داخل ہوئے تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک بڑے قبطی پادری نے اپنے ہم قوموں کو اسکندریہ سے لکھا تھا کہ رومی حکومت مصر میں چراغ سحری ہے، مسلمانوں سے تعاون کرو"۔ چنانچہ انھوں نے فَرَما کی جنگ میں مسلمانوں سے تعاون کیا۔ (فتوح مصر ص۸۵) مُقوقس کی صلح کے بعد قبطی کھلم کھلا مسلمانوں کا ساتھ دینے لگے۔ غلہ اور چارہ کی فراہمی، بازاروں کے قیام پلوں اور راستوں کی تعمیر ومرمت میں ان کی خدمات ممتاز تھیں اور ان کے لیڈر برابر مسلمان افواج کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ مُقوقس نے اپنی شکست اور صلح کی رپورٹ جب ہرقل کو قسطنطنیہ بھیجی تو وہ بے انتہا ناراض ہوا اور مُقوقس کو ایک سرزنش نامہ بھیجا جس میں تھا: کہاں بارہ ہزار مسلمان اور کہاں تمھاری لاکھوں کی جمعیت، تُف ہے تم پر، میں صلح مسترد کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہو۔ اور اگر قبطی تمھارا ساتھ نہ دیں تو ملک میں ایک لاکھ رومی ہیں، ہتیاروں سے لیس، ان کو لے کر نکلو، اور ان مٹھی بھر فاقہ مست مسلمانوں کا لقمہ بنالو۔ بااین ہمہ مُقوقس اپنے معاہدہ پر قائم رہا۔ (فتوح مصر ص۷)

بابلیون سے فارغ ہوکر مسلمان اسکندریہ کی طرف بڑھے، درمیانی علاقہ آسانی سے ہاتھ آگیا، لیکن اسکندریہ کے نواح کے قریوں نے خم ٹھونک کر مقابلہ کیا، اس اثنا میں ہرقل کی طرف سے اسکندریہ کے حاکم کو حکم آگیا کہ شہر کی ایک ایک اینچ زمین کے لئے لڑا جائے اور کسی قیمت پر ہتیار نہ ڈالے جائیں، دوسری طرف اس نے روم سے سامان اور فوجیں بھیجنا شروع کیں، اسکندریہ کے ساحل پر کشتیوں کا تانتا بندھ گیا، ہرقل خود اسکندریہ جانے کی تیاری کرنے لگا۔

اس کا اور اس کے مشیروں کا خیال تھا کہ اگر اسکندریہ نکل گیا تو رومی حکومت کا دبدبہ درہ سوخ خاک میں مل جائے گا، اسکندریہ عیسائیت کا بہت بڑا مرکز تھا اور عیسائیوں کے سب سے بڑے اور اہم گرجے اسی شاندار شہر میں واقع تھے، جب سے مسلمان شام پر قابض ہوئے تھے سب سے بڑی عیسائی عید اسکندریہ میں منائی جاتی تھی۔ تجارت کی بین الاقوامی منڈی ہونے کے علاوہ۔ اسکندریہ علوم، آداب اور آرٹ کا بھی گہوارہ تھا۔ بازنطینی تمدن کے حسین اور نفیس آثار یہاں موجود تھے، صرف شاہی تفریح گاہوں کی تعداد چار سو بتائی گئی (فتوح مصر ص۸۲) ہرقل بہ نفس نفیس شہر کے دفاع کے لئے روانہ ہونے والا تھا کہ موت نے آدبایا ۲۰ھ۔ اسکندریہ کے ارد گرد ہر ممکن خطرہ کی جگہ قلعے بنائے گئے تھے اور یہ قلعے تہ بہ تہ تھے، تاکہ اگر ایک قلعہ زیر ہو جائے تو اس کے پیچھے دوسرا، پھر تیسرا اور پھر چوتھا موجود ہو۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی مصیبت یہ قلعے اور ان کی سنگ بار مشینیں تھیں، اسکندریہ اور ان قلعوں کے سارے مجاہد رومی نسل کے تھے جن کے خون کو اپنی حکومت، اپنے مذہب اور اپنے مذہبی اداروں کی حفاظت کا جوش گرمائے ہوئے تھا، جو ہر قربانی کو حقیر سمجھ رہے تھے۔ بنابریں مسلمانوں کی پیش قدمی رک گئی تھی، فتوح مصر کے بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ۲۰ھ میں جب ہرقل نے وفات پائی تو پانچ ماہ شہر کا محاصرہ ہو چکا تھا جو اس کی وفات کے بعد نو ماہ مزید جاری رہا، یعنی چودہ مہینے کی جانفشانی کے بعد گوہر مقصود مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت عمر کو یہ غیر معمولی تاخیر بہت کھل رہی تھی، آخر مجبور ہو کر انھوں نے لکھا:-

"میں حیران ہوں تم دو سال سے لڑ رہے ہو اور ابھی تک مصر فتح نہیں ہوا۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ تمھارے دل میں پہلی سی لگن اور خلوص نہیں رہا۔ اس مایا موہ میں پھنس گئے ہو جس میں تمھارا دشمن مبتلا ہے۔

۲۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی قوم کی صرف اس وقت مدد کرتا ہے جب

ان کے دلوں میں سچی لگن ہو۔

۳۔ میں نے چار بہادر تمہاری مدد کو بھیجے تھے اور تم کو مطلع کیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک ہزار مرد کے برابر ہے، میں تو ان کے بارے میں یہی جانتا تھا، یہ بات اور ہے کہ وہ بھی اُسی مایا موہ میں پھنس گئے ہوں جس میں دوسرے مبتلا ہیں۔

۴۔ میرا خط پاکر لوگوں میں تقریر کرو اور ان کو ترغیب دو کہ سچی لگن اور پامردی سے لڑیں۔

۵۔ مذکورہ چار بہادروں کو فوج کے سامنے رکھو اور فوج کو حکم دو کہ تنِ واحد کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑیں، یہ حملہ جمعہ کے دن زوال آفتاب کے وقت ہو، کیوں کہ اس وقت خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس وقت لوگ خدا کے سامنے گڑگڑائیں اور اس سے فتح کے لئے دعا کریں۔" (فتوح مصر، ابن عبدالحکم ص۶۹، ۷۲، ۷۶ و ۷۹ خِطَطِ مَقریزی مصر ۱۹۲۲ء ۳/ ۱۵۰)

۱۶۹۔ عمرو بن عاص کے نام

جس سال جنوبی شام میں طاعون کی بلا آئی اسی سال یعنی ۱۸ھ میں مدینہ اور اس کے مضافات میں بارش نہ ہونے سے سخت قحط پڑا[۱]۔ نالے ندیاں جن سے مدینہ کے کھیت اور نخلستان سیراب ہوتے تھے سوکھ گئے۔ ہمارے مورخوں نے قحط کا خاصہ بھیانک نقشہ کھینچا ہے جس کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ باہر کے تاجروں نے بھی مدینہ آنا بند کردیا تھا۔ شہر اور اس کے نواح میں خاک اڑتی تھی، انسان اور مویشی سوکھ کر کانٹا ہوگئے تھے، بازار میں

[۱] بلاذری فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ قحط ۲۱ھ میں پڑا۔

کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملتی تھی اور اگر ملتی تو بہت مہنگی۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ حالت دیکھی تو عراق، شام اور مصر کے حاکموں کو لکھا کہ مدد کیجئے۔ سب سے پہلے گورنرِ شام ابوعبیدہ بن جراح نے غلّہ سے لدے چار ہزار اونٹ بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں عمرو بن عاص کو جو مختصر خط لکھا اس کے ہر لفظ سے وحشت اور تشویش ٹپکتی ہے۔ خط کے مضمون سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے بھی گورنر کو غلّہ کے لئے لکھا تھا لیکن وہ بھیج نہیں سکے تھے:۔

"عبداللہ عمر امیر المومنین کی طرف سے عمرو بن عاص کو سلام۔ میری جان کی قسم، عمرو، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا اگر پیٹ بھرا رہے تو تم کو قطعاً پرواہ نہ ہو اگر میں اور میرے ساتھی بھوکوں مرجائیں، جلد مدد کرو، بہت جلد!" (لیث بن سعد۔ فتوح مصر ص ۱۶۲-۱۶۳)

خط کا دوسرا نسخہ:۔

۱۷۰۔ "میری جان کی قسم، تم اور تمہارے ساتھی اگر موٹے ہوتے رہیں تو تمھیں کیا پروا کہ میں اور میرے ساتھی سوکھیں۔ جلد مدد کرو، بہت جلد!" (لیث بن سعد۔ فتوح مصر ص ۱۶۵)

عمرو بن عاص کا جواب

"حاضر ہوں امیر المومنین حاضر ہوں! میں نے غلّہ سے لدے اونٹوں کا اتنا لمبا کارواں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ جب اس کا اگلا حصہ آپ کے پاس پہنچے گا تو پچھلا حصہ ہنوز میرے پاس ہوگا۔" بعض راویوں نے خط میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:۔ "مجھے امید ہے کہ ایسی صورت بھی نکل آئے گی کہ آپ کے پاس سمندر کی راہ سے غلّہ بھیج سکوں گا۔" قارئین جانتے ہیں کہ فراعنہ کے زمانہ میں نیل سے ایک نہر نکالی گئی تھی جو شہر بابلیون سے ہوتی ہوئی بحرِ قلزم میں گرتی تھی، اس

نہر سے ہو کر کشتیاں بالائی، وسطی اور زیریں نیل سے بحر قلزم میں تجارت کا سامان لاتی لے جاتی تھیں، بحر قلزم کے کنارہ مدینہ سے کوئی ساٹھ میل جنوب میں جار نامی بندرگاہ تھا جس کے ذریعہ مصر کا غلہ اور دوسرا سامان حجاز اور یمن پہنچتا تھا۔ مسلمانوں کی چڑھائی سے مصر میں جو لوٹ پوٹ ہوئی اس سے یہ نہر بند ہو گئی اور ریت سے بھر گئی۔ یہ نہری راستہ اس تاریخی بری گذرگاہ سے بہت چھوٹا تھا جو خشکی کی طرف سے مدینہ جاتا تھا۔ عمرو لکھ تو گئے پر جب انھوں نے اپنی تجویز کے مبتدا اور خبر پر غور کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ اس طرح تو مصر کا اکثر غلہ مکہ اور مدینہ چلا جایا کرے گا اور مصر تباہ ہو جائے گا، چنانچہ انھوں نے خلیفہ کو لکھا کہ سمندر کے راستہ کی بات ہیں نے بے سوچے سمجھے لکھ دی تھی۔ یہ کام اتنا دشوار اور اتنا زیادہ خرچ طلب ہے کہ اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ حضرت عمر بحری راستہ کے خیال سے بہت خوش تھے کیوں کہ اس کے کھلنے سے مدینہ اور مکہ میں قحط اور تنگی کے وقت آسانی سے غذا آ سکتی تھی، ہمارے راوی بتاتے ہیں کہ گورنر کے مذکورہ بالا مراسلہ نے ان کو مشتعل کر دیا اور انھوں نے یہ غصہ سے بھرا خط لکھا:۔

۱۷۱۔ "بحری راستہ کھولنے کے بارے میں تم نے جو پہلے لکھا تھا اب اس کی دشواری کے عذر اور بہانے تراش رہے ہو۔ خدا کی قسم تم کو یہ راستہ کھولنا ہوگا ورنہ میں تمھارے کان اکھیڑ لوں گا یا کسی کو بھیج کر اکھڑوا لوں گا۔"

یہ تو لیث بن سعد اور ان کے شیوخ کا بیان ہے۔ طبری میں بھی ایسا ہی ایک خط موجود ہے جو حضرت عمر کی شان سے بعید معلوم ہوتا ہے، اس کا سیاق و سباق یہ ہے کہ عمرو بن عاص نے اپنے قبطی مشیروں سے مشورہ کر کے مرکز کو لکھا کہ اگر نہر کھول دی گئی تو مصر کا خراج کم ہو جائے گا اور مصر بھوکا اور ننگا رہ جائے گا۔ حضرت عمر نے غصہ میں لکھا:۔

۱۷۲۔ "بحری راستہ کھولو، اور اس کام میں بہت جلدی کرو، خدا مدینہ کی خوش حالی کے لئے مصر کو برباد کرے!" (سیف بن عمر۔ طبری ۴/۲۲۴-۲۲۵)

یہاں یہ بتا دینا بے جا نہ ہوگا کہ نہر بالآخر کھول دی گئی۔

۱۷۳۔ عمرو بن عاص کے نام

جب اسکندریہ فتح ہوا تو وہ سارے رومی نسل باشندے جو بحری سفر کا انتظام کر سکے گھر بار چھوڑ کر ملک روم بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو بہت سے مکان اور کوٹھیاں اور محل خالی ملے۔ عمرو بن عاص نے حضرت عمر کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو میں اسکندریہ کو ہیڈ کوارٹر بنا لوں جہاں رہائش کا پورا انتظام ہے۔ حضرت عمر نے اس کی مخالفت کی کیوں کہ وہ اصولاً یہ ناپسند کرتے تھے کہ مسلمانوں کی چھاؤنی کسی ایسی جگہ بنے جس کے اور مدینہ کے درمیان کوئی بڑا دریا حائل ہو۔ اب عمرو بن عاص نے ایک مرکزی جگہ نیل کے دائیں کنارہ منتخب کی، اور یہ وہ جگہ تھی جس کے قریب بابلیون کا تاریخی شہر اور قلعہ واقع تھا۔ مقطم پہاڑ کے نیچے ایک لمبے چوڑے پُر فضا میدان میں فوج کو گھر بنانے کے لئے زمینیں دے دی گئیں۔ عمرو بن عاص نے جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور اس میں اپنے لئے منبر بنوایا۔ اس کی خبر مرکز کو ہوئی تو یہ پُر ملامت خط موصول ہوا:۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک منبر بنوایا ہے جہاں مسلمانوں سے اونچا ہو کر بیٹھتے ہو۔ کیا یہ اعزاز تمہارے لئے کافی نہیں کہ تم امیر کی حیثیت سے کھڑے ہو کر تقریر کرو اور باقی مسلمان ماتحت کی حیثیت سے تمہارے قدموں میں بیٹھے ہوں۔ میں تاکید کرتا ہوں کہ منبر توڑ ڈالو۔" (ابن لہیعہ۔ فتوح مصر، ص ۹۲)

۱۷۴۔ عمرو بن عاص کے نام

ہم نے ابھی پڑھا کہ عمرو بن عاص نے نیل کے مشرقی کنارہ فسطاط کی بنیاد رکھی تھی جس میں سرکاری دفاتر، گورنر کی قیام گاہ اور فوج کے مکانات کا بندوبست تھا۔ جب فسطاط کی تعمیر شروع ہوئی تو عمرو بن عاص نے نیل کے مغربی کنارہ ایک عارضی چھاؤنی بنائی جس میں خاص

طور پر یمن کے قبیلے اور کچھ حبشی دستے رکھے گئے۔ یہ اس غرض سے کیا گیا کہ کوئی رومی یا مغربی حملہ آور یا مقامی باغی مسلمانوں کو تعمیر فسطاط میں مشغول پاکر حملہ نہ کردے۔ جب نیا شہر بس گیا تو عمرو بن عاص نے اس عارضی چھاؤنی کو فسطاط منتقل کرنا چاہا، لیکن وہاں کے لوگوں کو مغربی کنارہ اتنا بھایا کہ انھوں نے کہا ہم یہیں رہنا چاہتے ہیں۔ اس چھاؤنی کا نام جیزہ پڑا اور جلد یہ ایک پُرفضا شہر ہو گیا جس کے ارد گرد باغ اور مرغزار اُبھر آئے۔ حضرت عمر کو جب معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے نیل کے اُس پار گھر بنایا ہے جو اُن کی منشار کے خلاف تھا تو انھوں نے گورنر کے نام یہ خط لکھا:-

"تم نے یہ کیسے گوارا کیا کہ تمھارے کچھ ساتھی تم سے الگ تھلگ رہیں؟ یہ بات تمھارے لئے مناسب نہ تھی کہ تم اپنے کچھ ساتھیوں کا ایسی جگہ رہنا گوارا کرتے جس کے اور تمھارے درمیان دریا ہوتا، کیوں کہ تم کو نہیں معلوم کہ اُن پر کیا اُفتاد پڑے اور تم اُن کی مدد نہ کرسکو اور وہ نقصان اُٹھائیں لہذا جو لوگ (جیزہ میں بس گئے ہیں) ان کو فسطاط بلا لو اور اگر ان کو وہ جگہ اتنی پسند ہو کہ آنے سے انکار کریں تو ان کی بستی کے چاروں طرف سرکاری روپئے سے ایک قلعہ بنوا دو۔" (معجم یاقوت مصر۔ ذکر جیزہ، ۳/۱۹۲ و ابن لہیعہ۔ فتوح مصر ص۱۲۸)

۱۷۵۔ عمرو بن عاص کے نام

خارجہ بن حذافہ اُس لشکر کے چار سالاروں میں سے ایک تھے جس کو مرکز سے عمرو بن عاص کی مدد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دوسرے تین تھے: زبیر بن عوّام، مقداد بن عمرو، اور عُبادہ بن صامت، یہ چاروں بڑے نڈر شہسوار تھے۔ جن کے بارے میں حضرت عمر نے اپنے خط میں لکھا تھا جیسا کہ ہم نے پڑھا کہ ان میں سے ہر فرد ایک ہزار مرد کے مساوی

ہے۔ (فتوح مصر صلاا) یہ بھی کہا گیا ہے کہ چوتھے سالار خارجہ نہیں مسلمۃ بن مُخلّد تھے لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے بہر حال اتنا مسلم ہے کہ خارجہ اسلامی فوج کے ایک ممتاز سالار تھے، نہایت بہادر، چست اور خطرات میں گھس پڑنے والے۔ جب نیا دارالحکومت فُسطاط بسا تو یہ عمرو بن عاص کے صاحب شرطہ یعنی پولیس افسر بنائے گئے، اُس زمانہ میں یہ عہدہ بڑے باوقار خاندانی اور معتبر لوگوں کو دیا جاتا تھا۔ سب کی طرح انھوں نے بھی مکان بنایا اور ایک نئی بات یہ کی کہ چھت پر ایک کمرہ بھی تعمیر کرایا۔ کہا جاتا ہے کہ نئے فُسطاط میں یہ پہلا بالاخانہ تھا۔ لوگوں کو قدرتی طور پر یہ بدعت کھٹکی اور اس کو مٹانے کا داعیہ پیدا ہوا۔ حضرت عمر کو شکایت پہنچی کہ اس کمرہ کی کھڑکی یا روشن دان سے پڑوسیوں کو جھانکا جاتا ہے، انھوں نے فوراً گورنر کو خط لکھا:۔

" مجھے معلوم ہوا ہے کہ خارجہ بن حذافہ نے چھت پر ایک کمرہ بنوایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ پڑوسیوں کی چھپی باتیں معلوم کی جائیں۔ میرا خط پڑھ کر یہ کمرہ گروا دو والسلام " (یزید بن ابی حبیب۔ فتوح مصر، صلنا)

خط کا دوسرا نسخہ :۔

۱۷۶۔" ایک چارپائی اُس جگہ رکھو جہاں سے جھانکنے کی شکایت کی گئی ہے، اس پر ایک میانہ قد آدمی کھڑا کرو، اگر اس کے لئے جھانکنا ممکن ہو تو کھڑکی (یا روشن دان) کو ہٹوا دو " (یزید بن ابی حبیب فتوح مصر صلنا)

۱۷۷۔ عمرو بن عاص کے نام

گورنر نے لکھا کہ مصر کے بعض لاوارث عیسائی راہب مال دولت چھوڑ کر مرتے ہیں ان کی میراث کس کو دی جائے۔ جواب آیا:۔

"صاحبِ اولاد راہبوں کا ترکہ ان کی اولاد کو دے دیا جائے اور جس کے اولاد نہ ہو اس کا ترکہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے، کیوں کہ مسلمان اس کے وارث ہیں۔" (فتوح مصر عہ۔ وکنز العمال ۳/ ۱۵۲)

۱۷۸ عمرو بن عاص کے نام

مصر کے راوی لیث بن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب فسطاط بسا تو مصر کے سابق رومی گورنر مُقَوقِس نے (جو مسلمانوں سے جزیہ اور خراج کے عوض قبطیوں کی طرف سے صلح کر چکا تھا) عمرو بن عاص سے کہا کہ دامنِ مُقطَّم کی اراضی میرے ہاتھ فروخت کر دو، میں ستر ہزار دینار دوں گا۔ عمرو کو اتنی بڑی رقم سن کر حیرت ہوئی، انھوں نے کہا کہ مصر کی زمین مسلمانوں کی ملکیت ہے، اس کا کوئی حصہ بک نہیں سکتا، پھر بھی میں خلیفہ کو لکھتا ہوں، اگر انھوں نے اجازت دی تو بیچ دوں گا۔ جب یہ معاملہ حضرت عمر کے پاس پہنچا تو انھوں نے لکھا:۔

"مُقَوقِس سے پوچھو آخر وہ اس ناکارہ زمین کی اتنی زیادہ قیمت کیوں دے رہے ہیں۔ وہ نہ تو زراعت کے لائق ہے، نہ وہاں پانی نکلتا ہے نہ اور کسی مفید کام میں آتی ہے۔"

گورنر نے مُقَوقِس سے جب یہ سوال کیا تو اس نے بتایا کہ ہم عیسائیوں کو اس زمین سے جذباتی لگاؤ ہے، کیوں کہ ہماری کتابوں میں ہے کہ یہاں جنت کے پودے لگائے جائیں گے حضرت عمر کو اس جواب سے مطلع کیا گیا تو انھوں نے یہ فرمان بھیجا:۔

۱۷۹۔ میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کے علاوہ اور کون جنت کا پودا ہو سکتا ہے، فسطاط میں جو مسلمان مریں ان کو مُقطَّم کے دامن میں جگہ دو، اور کسی قیمت پر اس کو نہ بیچو۔" (فتوح مصر صے ۱۵۶، معجم البلدان مصر، ذکر مُقَطَّم ۸/ ۱۲۶ و کنز العمال ۳/ ۱۵۲)

۱۸۰۔ عمروبن عاص کے نام

فتوح الشام واقدی میں ہے کہ جب عمرو بن عاص نے بابلیون، اسکندریہ اور نیل کا سارا ڈیلٹا فتح کر لیا تو مرکز کو لکھا کہ اب شمالی افریقہ (مغرب) کا رخ کریں یا بالائی مصر (سعید) کا۔ حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علی نے رائے دی کہ عمرو بن عاص کو چاہیے کہ خود مصر میں مقیم رہیں تاکہ وہاں کے لوگوں کو سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو اور دس ہزار فوج خالد بن ولید کی سرکردگی میں نئی فتوحات کے لئے بھیجیں۔ حضرت عمر کو یہ رائے پسند آئی اور انھوں نے لکھا:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، عبداللہ عمر بن خطاب کی طرف سے فسطاط اور اُس کے تابع علاقہ کے حاکم عمرو بن عاص کے نام، سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس معبود کا سپاس گذار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے نبی محمد پر درود بھیجتا ہوں، تم پر اور تمہارے ساتھی مہاجر و انصار پر خدا کی رحمت، سلامتی اور برکت ہو۔ تمہارا عریضہ پڑھا، حالات معلوم ہوئے۔ میرا خط وصول کرکے خدا سے مدد مانگ کر گھوڑے جمع کرو اور ہر مفتوحہ شہر میں ایک حاکم بھیجو تاکہ قانونِ دین قائم کرے اور احکام اسلام کی تعلیم دے۔ اس کے بعد دس ہزار صحابہ کی ایک فوج مرتب کرو جس کے سپہ سالار خالد بن ولید ہوں۔ ان کے ساتھ زبیر بن عوّام، فضل بن عباس، مقداد بن اسود، غانم بن عیاض اشعری، مالک بن اشتر دوسرے افسروں اور پرچم داروں کو روانہ کرو، یہ لوگ شہر شہر گشت کریں۔ اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ جو لوگ مسلمان ہوں ان کو وہی منافع اور حقوق حاصل ہوں گے جو ہم کو ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں عاید ہوں گی جو ہم پر ہیں، جو لوگ اسلام لانے سے انکار کریں ان سے جزیہ وصول کریں،

اگر وہ جزیہ سے انکار کریں تو اُن سے جنگ کی جائے، فوج کو تاکید کرو کہ جب کسی بڑے شہر کا محاصرہ کریں تو اس کے آس پاس کے دیہاتوں پر چھاپے ماریں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر میں دو شہر ہیں ایک اہناس اور یہ بابلیون کے قریب ہے اور دوسرا بہنسا ہے، نہایت مستحکم اور ناقابلِ تسخیر، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بہنسا میں ایک بڑا سرکش اور سفاک بطریق ہے جس کا نام بطلیوس ہے، یہ مصر کا سب سے بڑا بطریق ہے اور اَلوَاحَات کا حاکم ہے، جب تک یہ دونوں شہر فتح نہ ہوجائیں تمہاری فوج سعید (بالائی مصر) کا رُخ نہ کرے۔ ظاہر و باطن میں تم اور تمہارے ساتھی خدا سے ڈرتے رہیں، مظلوم کے ساتھ انصاف کرو اور ظالم سے اس کا حق دلواؤ، نیکی اور راستبازی کی تلقین کرو اور برائی و کج روی سے روکو۔ کمزور کا حق طاقت ور سے دلواؤ۔ خدا کے احکام کی انجام دہی میں اگر کوئی ملامت کرے تو پرواہ نہ کرو، تم خود فُسطاط میں مقیم رہو اور فوجیں روانہ کردو، اگر کمک کی ضرورت پڑے تو مجھے مطلع کرنا میں کمک بھیجوں گا، گو حقیقی مدد وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو۔ اس سے دعا کرتا ہوں کہ تمہاری مدد فرمائے اور تم کو کامیابی عطا کرے، الحمد للہ رب العالمین۔" (فتوح الشام واقدی (ذکر فتوح مصر) ۲/۱۳۱ - ۱۳۲

قارئین کو اس خط میں خالد بن ولید کا نام پڑھ کر تعجب ہوگا، کیوں کہ خالد کا مصر کی فتوحات میں حصہ لینا، کسی معتبر روایت یا مورخ سے ثابت نہیں ہوا ہے۔ فتوح الشام میں بہت سی انوکھی اور حیران کن باتیں ہیں اور خالد کا محاذِ مصر پر ظہور بھی منجملہ ان کے ایک اعجوبہ ہے۔